Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185
Vol. 3, Issue 2, July – December 2024, Page no. 153-179
HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/206
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3402
DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i2.3402
Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title **Comparative Study of the Opinions of Commentators on the Verses Related to Spiritual Punishments Mentioned in the Holy Quran (In the Light of Tafsir Zia-ul-Quran and Tafsir Tafheem-ul-Quran)**

Author (s):

Muhammad Nadir Waseem
PhD Scholar, Department of Islamic Study & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan, nadirwaseem@gmail.com

Dr. Manzoor Ahmad
Assistant professor, Deptt. of Islamic Study & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan, drmanzoor67@yahoo.com

Received on: 13 December, 2024
Accepted on: 20 December, 2024
Published on: 30 December, 2024

Citation: Muhammad Nadir Waseem, and Dr. Manzoor Ahmad. 2024. “ قرآن کریم میں وارد عقوبات معنویہ کے متعلق آیات کی تفسیر میں مفسرین کی آراء کا تقابلی مطالعہ (تفسیر ضیاءالقرآن اور تفسیر تفہیم القرآن کی روشنی میں): Comparative Study of the Opinions of Commentators on the Verses Related to Spiritual Punishments Mentioned in the Holy Quran (In the Light of Tafsir Zia-Ul-Quran and Tafsir Tafheem-Ul-Quran)”. *Pakistan Journal of Qur’ānic Studies* 3 (2):153-79. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3402.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

قرآن کریم میں وارد عقوبات معنویہ کے متعلق آیات کی تفسیر میں مفسرین کی آراء کا تقابلی مطالعہ

(تفسیر ضیاء القرآن اور تفسیر تفہیم القرآن کی روشنی میں)

Comparative Study of the Opinions of Commentators on the Verses Related to Spiritual Punishments Mentioned in the Holy Quran (In the Light of Tafsir Zia-ul-Quran and Tafsir Tafheem-ul-Quran)

Muhammad Nadir Waseem
PhD Scholar, Department of Islamic Study & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan, nadirwaseem@gmail.com

Dr. Manzoor Ahmad
Assistant professor, Department of Islamic Study & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan, drmanzoor67@yahoo.com

Abstract:

*This study focuses on understanding how Quranic verses about moral punishments are explained in two prominent Tafseer works: **Tafseer Zia ul Quran** and **Tafseer Tafheem ul Quran**. These Tafseers provide different perspectives on the meanings and implications of these verses. By comparing their interpretations, the research highlights the unique approaches taken by scholars of each Tafseer in explaining moral punishments outlined in the Quran. The study aims to deepen understanding of how these verses are analyzed in Islamic teachings and to make the complex subject of Quranic exegesis more accessible. It examines the interpretations of moral teachings and their relevance in contemporary discussions within Islamic scholarship. This comparative analysis seeks to shed light on the richness and diversity of approaches in Quranic interpretation. By studying these works, the research contributes to the ongoing dialogue among scholars, offering new insights into how moral principles in the Quran can be understood and applied.In conclusion, this research serves as a bridge for deeper exploration of moral teachings in the Quran, fostering broader engagement within the Islamic scholarly community. It aims to enhance understanding and appreciation of Quranic exegesis related to moral punishments, providing valuable knowledge for both scholars and readers interested in Islamic teachings.*

Keywords: *Quranic, Verses, Interpretation, Moral, Punishments, Tafheem ul Quran, Zia ul Quran.*

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3402

تمہید:

اللہ تعالی نے کتاب ہدایت میں انسان کی فوز و فلاح کے لیے ہر طرح کی تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں۔ انسان کی دنیوی و اخروی زندگی کی اصلاح کے لیے جزا و سزا کا تصور بھی پیش کیا ہے۔ جہاں اعمال صالحہ پر اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور جا بجا نیک اعمال پر حوصلہ افزائی اور ستائش فرمائی ہے۔ وہیں اعمال سیئہ کے ارتکاب پر سزا اور وعید بھی سنائی ہے۔ یہ سزائیں حسی بھی ہیں اور معنوی بھی۔ بعض اوقات معنوی سزا، حسی سزا سے زیادہ مؤثر اور کار گر ہوتی ہے۔ قران کریم میں متعدد آیات معنوی سزاؤں کے بیان میں ہیں۔ جن میں دلوں پر مہر لگانا، اعمال سیئہ کو مزین کرنا، اعمال کو باطل کرنا، حوصلہ پست کر دینا، نظر رحمت دور کر دینا وغیرہ ہیں۔ اس بحث میں ہم بر صغیر کی اردو تفاسیر میں سے دو معروف تفاسیر ''ضیاء القران'' اور ''تفہیم القران'' میں پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی عقوبات معنویہ کے متعلق آیات کی تفسیر میں ان کی آراء کا تقابلی جائزہ پیش کریں گے۔ ہم صرف ان آیات کو زیر بحث لائیں گے جن پر دونوں مفسرین نے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔

عقوبت کا مفہوم

لغوی معنی:

لغت میں کلمہ عقوبت کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے۔ ہم ان میں سے دو مشہور معانی ذکر کرتے ہیں۔

1. **تأخر الشيء عن غيره**: کسی چیز کا اپنے غیر سے متاخر ہونا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ **عقب الشيء وعاقبته وعقباه** یعنی اسے مؤخر کر دیا۔
2. **المجازاة على فعل السوء**: برے فعل پر جزا دینا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ **عاقبه يعاقبه عقابا ومعاقبة**[1]۔ یعنی اسے سزا دی۔ اسی طرح قرآن پاک میں اللہ تعالی کا فرمان اسی معنی میں ہے۔ ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾[2]. ''اور اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی۔''[3]

ان دونوں معنوں میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ عقوبت ان دونوں معنی کو شامل ہوتی ہے کیونکہ یہ کسی فعل کے ارتکاب یا ترک پر صلہ کے طور پر اس کے بعد دی جاتی ہے۔

---

[1] محمد بن أحمد، تهذيب اللغة (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 2001م) 1:183.

[2] النحل 126:16

[3] اس مقالے میں وارد آیات کا ترجمہ تفسیر ضیاء القرآن سے لیا گیا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

مختلف علماء نے اس کی مختلف تعریفات کی ہیں۔ ہم چند ایک کو ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ماوردی لکھتے ہیں۔

"الحدود زواجر وضعها الله تعالى للردع عن ارتكاب ما حظر، وترك ما أمر به[4]."

"حدود وہ پابندیاں ہیں جو اللہ تعالی نے لوگوں کو جس سے منع کیا ہے اس کا ارتکاب کرنے اور جس کا حکم دیا ہے اس کے ترک کرنے پر لگائی جاتی ہیں۔"

یہ تعریف جامع اور مانع نہیں ہے۔ یہ صرف حدود کو شامل ہے۔ اور ہدف کے اعتبار سے صرف ردع (پابندی) کو شامل ہے۔

ایک اور تعریف عبد القادر عودہ نے کی ہے۔

"العقوبة هي الجزاء المقرر لمصلحة الجماعة على عصيان أمر الشارع[5]۔"

"عقوبت وہ جزا ہے جو اجتماعی اصلاح کے لیے شارع کے حکم کی نافرمانی پر مقرر کی گئی ہے۔"

یہ تعریف بھی جامع نہیں ہے کیونکہ یہ اجتماعی مصلحت کو تو شامل ہے لیکن فرد کی مصلحت کو شامل نہیں۔

احمد بہنسی نے تعریف کی ہے۔

"جزاء وضعه الشارع للردع على ارتكاب مانهى عنه، وترك ما أمر به[6]."

"ایک ایسی سزا جسے شارع نے ممنوعہ چیزوں کے ارتکاب اور جس کا حکم دیا گیا ہے اسے ترک کرنے کی روک تھام کے طور پر مقرر کیا ہو۔"

یہ تعریف بھی جامع نہیں، حدود کو شامل ہے لیکن تعزیرات کو شامل نہیں۔

سب سے بہترین تعریف امام طحاوی رحمہ اللہ نے کی ہے۔

"الألم الذي يلحق بالإنسان مستحقا على الجناية۔"

"وہ تکلیف جو کسی انسان کو اس کے جرم کے ارتکاب پر ملے۔"

یہ تعریف جامع ہے۔ یہ حدود، تعزیری سزاؤں، حسی و معنوی سزاؤں سب کو شامل ہے۔

---

[4] أبو الحسن علي بن محمد الماوردي، الأحكام السلطانية (القاهرة: دارالحديث)، 325.

[5] عبد القادر عودة، التشريع الجنائي الإسلامي مقارناً بالقانون الوضعي (بيروت: دار الكاتب العربى) 1:609.

[6] د.أحمد فتحي بهنسي، العقوبة في الفقه الإسلامي (بيروت: دارالشروق1983م)،13 -

معنوی عقوبت:

نفس عقوبت کی تعریف واضح ہونے کے بعد معنوی عقوبت کی تعریف کی طرف آتے ہیں۔

احمد فتحی بھنسی نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

"أن العقوبات النفسية هي العقوبات التي لا تترك أثرا ماديا كالضرب والحبس ولكن تقتصر على اعلام شعور المجرم إن كان ذا شعور وإيقاظ ضميره فيصلح حاله وتستقيم أموره[7]."

"نفسیاتی سزائیں ایسی سزائیں ہیں جو کوئی مادی اثر نہیں چھوڑتی ہیں، جیسے مار پیٹ اور قید، لیکن یہ مجرم کو شعور دلانے اور اس کے ضمیر کو بیدار کرنے تک محدود ہیں، تاکہ اس کی حالت درست ہو اور اس کے معاملات درست ہوں۔"

تفسیر ضیاء القرآن اور تفہیم القرآن کا ایک تعارف

پیر محمد کرم شاہ کے والد کا نام پیر محمد شاہ ہاشمی اور کنیت ابو الحسنات ہے۔ آپ رمضان المبارک 1918ء کو سرگودہا میں پیدا ہوئے[8]۔ آپ دینی و عصری تعلیم سے آراستہ تھے۔ اورینٹیئل کالج لاہور سے عربی فاضل[9] اور سیال شریف سے دورہ حدیث شریف مکمل کیا[10]۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے، قاہرہ یونیورسٹی سے ایم اے اور جامعۃ الازہر یونیورسٹی سے ایم فل (تخصص فی القضاء) کا امتحان پاس کیا[11]۔ اعلی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے سربراہ و مہتمم رہے۔

آپ کی معروف تصانیف میں جمال القرآن جو کہ قرآن مجید کا خوبصورت بامحاورہ ترجمہ ہے[12]۔ ضیاء النبی جو سات جلدوں پر مشتمل سیرت کی کتاب ہے[13]۔ سنت خیر الانام جس کا موضوع سنت اور حدیث کی اہمیت و حجیت ہے[14]۔ 1981ء میں وفاقی شرعی عدالت کے جج مقرر ہوئے۔ ضیاء القران آپ کی تفسیر ہے۔ یہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

---

[7] ایضاً، 202.

[8] پروفیسر احمد بخش، جمال کرم (لاہور: ضیاء القران پبلیکیشنز، 1990ء)، 15:1

[9] پروفیسر احمد بخش، مقالات ضیاء الامت (لاہور: ضیاء القران پبلیکیشنز، 1990ء)، 14:1۔

[10] ایضاً، 15:1

[11] پیر محمد کرم شاہ الازہری، مقالات ضیاء الامت، 25:1۔

[12] پیر محمد کرم شاہ الازہری، جمال القرآن (لاہور: ضیاء القران پبلیکیشنز، 1981ء)، 12۔

[13] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، (لاہور: تخلیق مرکز پرنٹرز، 1420ھ، 2000ء)، 123:1۔

[14] پیر محمد کرم شاہ الازہری، سنت خیر الانام، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی پریس)، 2012ء۔

اس میں آپ نے ہر سورت کا اجمالی تعارف، زمانہ نزول، اغراض و مقاصد، بنیادی مضامین کا خلاصہ عمدہ ادبی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس تفسیر میں آپ نے جابجا نحوی، صرفی، لغوی ابحاث بھی بیان کی ہیں نیز باطل نظریات کا رد مدلل انداز میں کیا ہے[15]۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی، ۳رجب ۱۳۲۱ھ، بمطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو اورنگ آباد، دکن میں پیدا ہوئے[16]۔ آپ کا عظیم الشان کارنامہ قرآن پاک کی تفسیر "تفہیم القرآن" ہے۔ تیس سال کی مشقت کے بعد ۱۹۷۲ء میں یہ تفسیر مکمل ہوئی[17]۔ آپ نے تفسیر سے پہلے ایک طویل اور بصیرت افروز مقدمہ لکھا ہے۔ ہر سورت کے شروع میں ایک مفصل دیباچہ ہے جو قرآن فہمی میں آسانی پیدا کرتا ہے اور وہ وہ سارا ماحول، منظر، پس منظر واضح ہو جاتا ہے جس میں وہ سورت نازل ہوئی[18]۔ شان نزول، تاریخی پس منظر اور نقشہ جات، نظم قرآن، زبان و بیان کے لحاظ سے تفہیم القرآن ایک منفرد تفسیر ہے۔ اس کی زبان نہایت سادہ، آسان اور دل میں اتر جانے والی ہے۔

قرآن کریم میں وارد عقوبات معنویہ کے متعلق آیات کی تفسیر میں مفسرین کی آراء

1. ﴿خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[19]﴾

"مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دین پر کفار کے تعصب اور ہٹ دھرمی پر معنوی سزا یہ بیان فرمائی ہے کہ ان کے اس عمل کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے۔

پیر کرم شاہ کفار کے دلوں پر مہر لگنے کی وجہ اور کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں۔

"ان کفار کی پیہم نافرمانیوں سے، حق سمجھ لینے کے باوجود اس سے مسلسل انکار کرنے کی وجہ سے، ان کے دل و دماغ اور دیدہ و گوش کی ساری قوتیں ناکارہ ہو کر رہ گئی ہیں۔ تو یہ ان کی محرومیاں نتیجہ ہیں ان مسلسل نافرمانیوں کا۔ اور طبعی اثر ہے ان

---

[15] پروفیسر احمد بخش، دانائے راز ضیاء الامت، (لاہور: ضیاء القران پبلیکیشنز، 1423ھ، 2002ء)، 2:135۔

[16] سید اسعد گیلانی، مولانا مودودی، 64۔

[17] ڈاکٹر امتیاز احمد، مولانا مودودی کی نثر نگاری، 41۔

[18] ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۴ء، سید مودودی کا تفسیری اسلوب: الیف الدین ترابی۔

[19] البقرۃ 2: 7

کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ پہلے ہی انہیں ہوش و فہم سے محروم کر دیا گیا تھا تاکہ وہ حق کو سمجھ ہی نہ سکیں[20]۔"

مودودی صاحب کافروں کے دلوں پر مہر لگنے کی وجہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے مہر لگا دی تھی، اس لیے انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کیا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے ان بنیادی امور کو رد کر دیا جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اپنے لیے قرآن کے پیش کردہ راستہ کے خلاف دوسرا راستہ پسند کر لیا تو اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی[21]۔"

مودودی صاحب دلوں پر مہر لگنے کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

"جب کوئی شخص آپ کے پیش کردہ طریقے کو جانچنے کے بعد ایک دفعہ رد کر دیتا ہے۔۔۔اس طرح مخالف سمت میں چل پڑتا ہے کہ پھر آپ کی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی، آپ کی دعوت کے لیے اس کے کان بہرے اور آپ کے طریقے کی خوبیوں کے لیے اس کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں، اور صریح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ فی الواقع اس کے دل پر مہر لگی ہوئی ہے[22]۔"

تقابلی مطالعہ:

پیر کرم شاہ اور مودودی صاحب دونوں نے دلوں پر مہر لگنے کی وجہ کفار کا حق بات سے مسلسل انکار کرنا بیان کی ہے۔ اور دونوں کے نزدیک دل پر مہر لگنے سے مراد دماغی و حواسی قوتوں کا ناکارہ ہونا قرار دیا ہے۔ پیر کرم شاہ نے ختم علی القلوب کی کیفیت مختصر انداز سے بیان کی ہے لیکن مودودی صاحب نے اسے مثال دے کر قدرے عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔

2. ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ[23]﴾

مولانا مودودی آیت کی تفسیر میں بنی اسرائیل کے بندر بنا دیے جانے کے بارے میں مختلف اقوال کا حوالہ دینے کے بعد مسخ جسمانی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

---

[20] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القران پبلیکیشنز، 1995ء)، 1:34-33۔

[21] ابوالاعلیٰ سید مودودی، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن)، 1:52۔

[22] ایضاً، 1:52۔

[23] البقرۃ 2 :65

"ان کے بندر بنائے جانے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی جسمانی ہیت بگاڑ کر بندروں کی سی کر دی گئی تھی اور بعض اس کے یہ معنی لیتے ہیں کہ ان میں بندروں کی سی صفات پیدا ہو گئی تھیں لیکن قران کے انداز بیان سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسخ اخلاقی نہیں بلکہ جسمانی تھا۔ میرے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ ان کے دماغ بعینہ اسی حال پر رہنے دیے گئے ہوں گے جس میں وہ پہلے تھے اور جسم مسخ ہو کر بندروں کے سے ہو گئے ہوں گے[24]۔"

پیر کرم شاہ بھی جمہور کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور مسخ سے مراد جسمانی مسخ ہی لیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"جمہور کا قول یہ ہے کہ ان کی شکلیں بھی بندروں کی سی ہو گئی تھیں اور وہ چند روز کے بعد ہلاک کر دیے گئے تھے اور یہ کوئی امر محال نہیں۔ جو بدبخت اس کے تشریعی قانون کو مسلسل توڑتے رہے ہوں، اگر اللہ ان کو سزا دینے کے لیے تھوڑی سی تبدیلی کر دے تو اس میں کیا استحالہ ہے؟ نیز جو تخلیق آدم کے بارے میں ڈارون کے نظریے ارتقاء پر ایمان لا چکے ہیں، ان کے لیے تو میرے لیے اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں۔ یہ بھی تو سلسلہ ارتقا کی ایک کڑی ہے، ارتقاء مستقیم نہ صحیح، ارتقاء معکوس سہی۔ بہر حال ہے تو ارتقاء ہی[25]۔"

تقابلی مطالعہ:

دونوں مفسرین نے اس آیت میں بنی اسرائیل کے بندر بنا دیے جانے کے بارے میں مختلف اقوال کا حوالہ دیا ہے او راس بات کی وضاحت میں کہ آیا ان کا مسخ اخلاقی تھا یا جسمانی؟ دونوں نے اس سے مراد مسخ جسمانی لیا ہے۔

3. ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[26]

"بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور خرید لیتے ہیں اس کے بدلے حقیر سا معاوضہ۔ سو وہ نہیں کھا رہے اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے اور بات تک نہ کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اور نہ (ان کے گناہ بخش کر) انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

[24] ابوالاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 83:1۔

[25] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 64:1۔

[26] البقرۃ 174:2

پیر کرم شاہ اس آیت میں اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب علمائے یہود کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف وثناء جس کا بیان تورات میں ہے اسے اپنے لوگوں سے چھپانے کو قرار دیتے ہیں۔ نیز حقیر دنیاوی فائدے کی خاطر شریعت کے احکام میں ردوبدل کو بھی اس سزا کا موجب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"یہود احکام الٰہی کو چھپاتے تھے۔ حضور کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے محامد واوصاف جو توراۃ میں لکھے تھے ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے اور چند ٹکوں کے لالچ میں اپنی خواہش کے مطابق شریعت میں ردوبدل بھی کر لیتے تھے۔ خود بھی چشمہ ہدایت سے سیراب نہ ہوتے اور دوسروں کو بھی سیراب نہ ہونے دیتے تھے۔ خود بھی گمراہ رہے اور دوسروں کے لیے بھی ہدایت کے دروازے بند رکھتے۔"[27]

اللہ نے یہود کے اس عمل پر کس انداز سے ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

"اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ جو رحمن ورحیم ہے ایسے لوگوں سے بات تک نہ کرے گا۔ ہر وہ شخص جس نے کبھی اخلاص ومحبت کا نام بھی سنا ہو یہ سرزنش برداشت نہیں کر سکتا۔ مالک حقیقی، محبوب حقیقی ہمیشہ مہربانی فرمانے والا ہر وقت بے انداز عنایتیں فرمانے والا اپنی نگاہ رحمت پھیر لے، اپنے کرم کا رخ موڑ لے، اپنے خطاب جاں پرور سے محروم کر دے اور پھر دل برداشت کر لے۔ وہ دل نہ ہوا پتھر ہوا بلکہ پتھر سے بھی سخت تر اور فروتر۔"[28]

مودودی صاحب اس آیت میں اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب علمائے یہود کے اس رویہ کو گردانتے ہیں کہ وہ اپنے لوگوں کو دھوکے میں رکھتے۔ علم ہونے کے باوجود ان سے وہ اوامر الٰہی چھپاتے جن سے خود ان کے مفادات پر زد آتی تھی۔ نیز وہ انہیں اس خوش خیالی میں مبتلا رکھتے کہ وہ (علمائے یہود) اللہ کے ہاں بڑے پاکیزہ اور مقدس ہیں اور اپنے لوگوں کے لیے سفارشی بنیں گے۔

"مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں میں یہ جتنے غلط توہمات پھیلے ہیں اور باطل رسموں اور بے جا پابندیوں کی جو نئی نئی شریعتیں بن گئی ہیں، ان سب کی ذمہ داری ان علما پر ہے جن کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا مگر انہوں نے عامہ خلائق تک اس علم کو نہ پہنچایا۔ پھر جب لوگوں میں جہالت کی وجہ سے غلط طریقے رواج پانے لگے تو اس وقت بھی وہ ظالم منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھے رہے۔ بلکہ ان میں سے بہتوں نے اپنا فائدہ اسی میں دیکھا کہ کتاب اللہ کے احکام پر پردہ ہی پڑا رہے۔"[29]

---

[27] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 117:1۔

[28] ایضاً، 118:1۔

[29] ابوالاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 136:1۔

مولانا مودودی کے مطابق یہ آیت علمائے یہود کے رد میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"یہ دراصل ان پیشواؤں کے جھوٹے دعوؤں کی تردید اور ان غلط فہمیوں کا رد ہے جو انہوں نے عام لوگوں میں اپنے متعلق پھیلا رکھی ہیں۔"[30]

نیز مولانا مودودی کے نزدیک اس پر اللہ تعالی نے یہ معنوی سزا سنائی کی انہیں ہر گز نہ منہ لگایا جائے گا نہ ہی ان کی پاکیزگی کی تصدیق کی جائے گی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"وہ ہر ممکن طریقے سے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، اور لوگ بھی ان کے متعلق ایسا ہی گمان رکھتے ہیں کہ ان کی ہستیاں بڑی ہی پاکیزہ اور مقدس ہیں اور جو ان کا دامن گرفتہ ہو جائے گا اس کی سفارش کر کے وہ اللہ کے ہاں اسے بخشوالیں گے۔ جواب میں اللہ فرماتا ہے کہ ہم انہیں ہر گز منہ نہ لگائیں گے اور نہ انہیں پاکیزہ قرار دیں گے۔"[31]

تقابلی مطالعہ:

دونوں مفسرین کے نزدیک یہاں پر علمائے یہود سے ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے۔ مودودی صاحب کے نزدیک علمائے یہود کے جرم میں عمومیت ہے یعنی اپنے پیروکاروں سے اوامر الہی چھپائے رکھنا اور اپنی تقدیس و پاکیزگی کی جانب مائل کیے رکھنا ہے۔ جبکہ پیر کرم شاہ کے نزدیک جرم کی خصوصیت ہے کہ بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و محامد اپنے لوگوں سے چھپائے رکھنا اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر انہیں دھوکے میں رکھنا ہے۔

4. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى...﴾[32].

"اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر....۔"

اس آیت کریمہ میں صدقات دے کر احسان جتلانا یا اس کے ذریعے تکلیف پہنچانا گویا اپنے ہی کیے ہوئے عمل کو ضائع کرنا قرار دیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک معنوی سزا ہے۔ جس کا اثر بہت گہرا لیکن بظاہر محسوس نہ ہونے والا ہے۔

مودودی صاحب صدقات کے ضائع ہونے کی علت، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انحراف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

---

[30] ایضاً۔

[31] ایضاً۔

[32] البقرۃ 264:2

"اعمال کے نافع اور نتیجہ خیز ہونے کا سارا انحصار اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ہے۔ اطاعت سے منحرف ہو جانے کے بعد کوئی عمل بھی عمل خیر نہیں رہتا کہ آدمی اس پر کوئی اجر پانے کا مستحق ہو سکے[33]۔"

مودودی صاحب کسی بھی عمل کو نافع ہونے کے لیے نیک نیتی شرط قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"خیرات بھی اگرچہ بھلائیوں کو نشو نما دینے کی قوت رکھتی ہے، مگر اس کے نافع ہونے کے لیے حقیقی نیک نیتی شرط ہے۔ نیت نیک نہ ہو تو ابر کرم کا فیضان بجز اس کے کہ محض ضیاع مال ہے اور کچھ نہیں[34]۔"

احسان جتلانے سے صدقہ یا نیکی کیسے ضائع ہوتی ہے۔ پیر صاحب ایک مثال سے بیان کرتے ہیں۔ نیز احسان کر کے پھر اسے جتلانے کو منافق کے عمل خیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ "منافق کے اعمال خیر کی حالت ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو بہت کچھ دکھائی دیتے ہیں لیکن قیامت کے روز وہ یوں ہو جائیں گے جیسے بارش کے بعد پتھر سے مٹی ناپید ہو جاتی ہے[35]۔"

تقابلی مطالعہ:

مودودی صاحب اس آیت میں صدقات کے باطل ہونے کی علت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انحراف اور نیک نیتی کے فقدان کو قرار دیتے ہیں۔ جبکہ پیر کرم شاہ صاحب اسے منافق کے عمل سے تعبیر کرتے ہیں۔

5. ﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ﴾[36]

"اور اگر انھوں نے ارادہ کیا ہوتا (جہاد پر) نکلنے کا تو انھوں نے تیار کیا ہوتا اس کے لیے کچھ سامان لیکن ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھڑے ہونے کو اس لیے پست ہمت کر دیا انھیں اور کہہ دیا گیا تم بیٹھے رہو، بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ۔"

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں مولانا مودودی اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب جذبہ جہاد اور نیت کے فقدان کو قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ "یعنی بادل ناخواستہ اٹھنا اللہ کو پسند نہ تھا۔ کیونکہ جب وہ شرکت جہاد کے جذبے اور نیت سے خالی تھے اور ان کے اندر دین کی سربلندی کے لیے جاں فشانی کرنے کی کوئی خواہش نہ تھی، تو وہ صرف مسلمانوں کی شرما شرمی سے بددلی کے ساتھ یا کسی شرارت کی نیت سے مستعدی کے ساتھ اٹھتے اور یہ چیز ہزار خرابیوں کی موجب ہوتی۔"[37]

---

[33] ابوالاعلیٰ سید مودودی، تفہیم القرآن، 204:1۔

[34] ایضاً، 204:1۔

[35] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 186۔

[36] التوبۃ 46:9

[37] ابوالاعلیٰ سید مودودی، تفہیم القرآن، 198:2۔

پیر کرم شاہ اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب جذبہ جہاد کا ماند ہونا اور لیت و لعل سے کام لینے کو قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"ان میں سے بعض کہنے لگے حضور ہم تو جہاد کے لیے بالکل تیار تھے لیکن عین وقت پر کچھ ایسی مجبوریاں رونما ہو گئیں کہ بادل ناخواستہ ہمیں رکنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظالم سفید جھوٹ بول رہے ہیں۔ اگر ان کا قول درست تھا تو انھوں نے کچھ تیاری کی ہوتی۔ کچھ سازوسامان جمع کیا ہوتا تو پتہ چلتا کہ ان کا ارادہ تو تھا لیکن مجبوریاں سد راہ بن گئیں۔ انھوں نے تو اپنی تلواروں سے گرد تک صاف نہ کی اور نہ اپنے ترکش میں تیروں کا جائزہ لیا۔ بھلا یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ہم جہاد کے لیے بالکل تیار تھے۔"[38]

آپ مزید لکھتے ہیں کہ ان کے اس عمل کی بدولت اللہ تعالی نے ان کے حوسلے پست کر دیے اور نعمت توفیق چھین لی۔ یہ بھی ایک معنوی سزا ہے۔ جو بظاہر نظر نہیں آتی لیکن اس کا اثر جلد یا بدیر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہی نہ تھا کہ وہ شریک جہاد ہوتے اس لیے ان کے حوصلے پست کر دیئے گئے اور انھیں توفیق ہی نہ بخشی کہ وہ شریک جہاد ہو سکیں۔"[39]

تقابلی مطالعہ:

اس آیت میں بعض لوگوں کی جہاد سے بد دلی کو اللہ کی طرف سے ان کے حوصلے پست کیے جانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ دونوں مفسرین کے نزدیک ان کا بادل نخواستہ جہاد کے لیے نکلنا اللہ کو پسند نہ آیا اس لیے اللہ تعالی نے ان سے ناراضی کا اظہار، ان کے حوصلے پست کیے جانے کی معنوی سزا سنا کر فرمایا۔

6. ﴿صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ[40]﴾

"پھیر دیے ہیں اللہ تعالی نے ان کے دل کیونکہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔"

قرآن کی معنوی سزاؤں میں سے ایک سزا اللہ تعالی کا اپنے بندوں کے دلوں کو پھیر دینا ہے۔ اس آیت میں یہی سزا بیان کی گئی ہے۔

پیر کرم اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں دلوں کے پھیر کا سبب احسان ناشناسیوں کو قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

---

[38] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 216:2۔

[39] ایضاً۔

[40] التوبۃ 127:9۔

”ان کی انہی احسان ناشناسیوں کی سزا انہیں یہ دی گئی کہ ان کے دل کی آنکھ بے نور کر دی گئی۔ فہم و فراست کا جوہر ان سے چھین لیا گیا اور ہلاکت و بربادی کی جس پستی میں وہ گرنا چاہتے تھے اس میں انہیں گرنے دیا گیا[41]۔“

مودودی صاحب اس آیت کی تفسیر میں دلوں کے پھیر سے مراد استفادہ کی توفیق سے محروم ہونا لیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

”اللہ نے انہیں استفادہ کی توفیق سے محروم کر دیا ہے۔ جب فلاح و کامرانی اور قوت و عظمت کا یہ خزانہ مفت لٹ رہا ہوتا ہے اور خوش نصیب لوگ اسے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہوتے ہیں، اس وقت ان بد نصیبوں کے دل کسی اور طرف متوجہ ہوتے ہیں اور انہیں خبر تک نہیں ہوتی کہ کس دولت سے محروم رہ گئے[42]۔“

تقابلی مطالعہ:

اس آیت میں اللہ تعالی کے فرمان صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ سے پیر کرم شاہ صاحب نے احسان ناشناسی مراد لی ہے۔ جبکہ مودودی صاحب اس سے مراد استفادہ کی محرومی لیا ہے۔

7. ﴿قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى[43]﴾

”اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تو نے انھیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے فراموش کر دیا جائے گا"

قرآن کی معنوی سزاؤں میں سے ایک سزا اللہ تعالی کا اپنے بندے کو فراموش کر دینا ہے۔ اس آیت میں یہی سزا بیان کی گئی ہے۔ پیر کرم اس آیت کی تفسیر کے ضمن لکھتے ہیں۔

”جواب ملے گا تم درست کہتے ہو لیکن تمہیں یاد ہے میری آیتیں تجھے پڑھ کر سنائی گئیں، ہدایت کی دعوت دی گئی، میرے بندوں نے تجھے سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن تو نے میری آیات کو فراموش کر دیا اور انہیں پس پشت ڈال دیا۔ سو یہ اس کی سزا ہے یہاں آج تمہیں فراموش کر دیا گیا[44]۔“

پیر صاحب نسی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

---

[41] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 268:2۔

[42] ابو الاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 254:2۔

[43] سورۃ طہ:126۔

[44] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 144:3۔

"نسی کا معنی بھلانا بھی ہے اور نظر انداز کر دینا بھی۔ یہاں دوسرا معنی زیادہ مناسب ہے۔ **فنسيتها فاعرضت عنها وتركتها تنسى تترك**[45]۔"

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

"خدا کی قدرت سے یہ لوگ آخرت کے ہولناک مناظر اور اپنی شامت اعمال کے نتائج کو توخوب دیکھیں گے، لیکن بس ان کی بینائی یہی کچھ دیکھنے کے لیے ہوگی باقی دوسری حیثیتوں سے ان کا حال اندھے کا سا ہوگا جیسے اپنا راستہ نظر نہ آتا ہو[46]۔"

تنسی کے معنی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یعنی آج کوئی پرواہ نہ کی جائے گی کہ تو کہاں کہاں ٹھوکریں کھا کر گرتا ہے اور کیسی کیسی محرومیاں برداشت کر رہا ہے۔ کوئی تیرا ہاتھ نہ پکڑے گا، کوئی تیری حاجتیں پوری نہ کرے گا اور تیری کچھ بھی خبر گیری نہ کی جائے گی[47]۔"

تقابلی مطالعہ:

اس آیت کی تفسیر میں مودودی صاحب اور پیر صاحب دونوں نے نسی کی تعریف بیان کی ہے۔ پیر صاحب نے دو معانی ""بھلانا" اور "نظر انداز کر دینا" بیان کیے ہیں۔ دوسرے معنی کو اس مقام کے مناسب قرار دیا ہے۔ مودودی صاحب نے نسی کا معنی "ٹھوکریں کھانا"، "محرومیاں برداشت کرنا"، "حاجتیں پوری نہ ہونا" اور "خبر گیری نہ ہونا" بیان کیے ہیں۔

8. ﴿وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ[48]﴾

"اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے تو اس کے لیے کہیں نور نہیں۔"

پیر کرم شاہ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"ایسا ہی حال کافر کا ہے کہ وہ اعتقاد باطل اور قول ناحق اور عمل قبیح کی تاریکیوں میں گرفتار ہے[49]۔"

مودودی صاحب اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

---

[45] ایضاً۔

[46] ابوالاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 136:3۔

[47] ایضاً۔

[48] النور 40:24

[49] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 332:3۔

"وہ کافر اپنی پوری زندگی قطعی اور کامل جہالت کی حالت میں بسر کر رہے ہیں، خواہ وہ دنیا کی اصطلاحوں میں علامہ دہر اور علوم وفنون کے استاد الاساتذہ ہی کیوں نہ ہوں[50]۔"

مزید لکھتے ہیں۔

"حقیقی علم ایک اور چیز ہے اور اس کی ان کو ہوا تک نہیں لگی ہے اس علم کے اعتبار سے وہ جاہل محض ہیں، اور ایک ان پڑھ دیہاتی ذی علم اگر وہ معرفت حق سے بہرہ مند ہے[51]۔"

تقابلی مطالعہ:

اس آیت کی تفسیر میں نور الٰہی سے محروم کون شخص مراد ہے؟ پیر کرم شاہ اور مودودی صاحب دونوں نے اس سے کافر مراد لیا ہے۔ پیر صاحب نے نور سے مراد دولت ایمان لی ہے۔ جبکہ مودودی صاحب اسے معرفت حق سے تعبیر کرتے ہیں۔

9. ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ[52]﴾

"پس کیا وہ شخص جس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے اس کا برا عمل اور وہ اس کو خوبصورت نظر آتا ہے (اس کے لیے آپ آزردہ کیوں ہوں) بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ پس نہ گھلے آپ کی جان ان کے لیے فرط غم سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو (کرتوت) وہ کیا کرتے ہیں۔"

اس آیت میں حق سے گمراہ لوگوں کے لیے یہ معنوی سزا بیان ہوئی ہے کہ جب اللہ تعالی ان کو گمراہ کرتا ہے تو ان کے برے اعمال بھی ان کو مزین لگتے ہیں۔

پیر کرم شاہ اعمال سوء کو مزین کرنے کی وجہ اور کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ابتدا میں جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کا دل اسے ملامت کرتا ہے، اس کے رویے کے خلاف سخت احتجاج کرتا ہے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو دل کی آواز مدہم پڑ جاتی ہے یا اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں کہ فطرت سلیمہ کی صدائے احتجاج اسے سنائی نہیں دیتی[53]۔"

---

[50] ابو الاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 3:412۔

[51] ایضاً۔

[52] فاطر 35:8.

مودودی صاحب اعمال سوء کو مزین کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یعنی ایک بگڑا ہوا آدمی تو وہ ہوتا ہے جو برا کام تو کرتا ہے، مگر یہ جانتا اور مانتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے برا کر رہا ہے۔ ایسا شخص سمجھانے سے بھی درست ہو سکتا ہے اور کبھی خود اس کا ضمیر بھی ملامت کر کے اسے راہ راست پر لا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی صرف عادتیں ہی بگڑی ہیں، ذہن نہیں بگڑا۔ لیکن ایک دوسرا شخص ایسا ہوتا ہے جس کا ذہن بگڑ چکا ہوتا ہے جس میں برے اور بھلے کی تمیز باقی نہیں رہتی جس کے لیے گناہ کی زندگی ایک مرغوب اور تابناک زندگی ہوتی ہے جو نیکی سے گھن کھاتا ہے اور بدی کو عین تہذیب و ثقافت سمجھتا ہے جو صلاح و تقوی کو دقیانوسیت اور فسق و فجور کو ترقی پسندی خیال کرتا ہے، جس کی نگاہ میں ہدایت گمراہی اور گمراہی سراسر ہدایت بن جاتی ہے، ایسے شخص پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ وہ نہ خود اپنی حماقتوں پر متنبہ ہوتا ہے اور نہ کسی سمجھانے والے کی بات سن کر توجہ دیتا ہے[54]۔"

تقابلی مطالعہ:

اس آیت کے ضمن میں دونوں مفسرین نے اعمال سیئہ کو مزین کرنے کی وجہ مسلسل برائی کا ارتکاب کرنا قرار دیاہے۔ پیر کرم شاہ اس کی برائی سے باز نہ آنا قرار دیتے ہیں تو مودودی صاحب اس کی وجہ ذہن کا بگڑنا، نیکی سے نفرت کرنا، بدی کو تہذیب کا درجہ دینا اور فسق و فجور کو ترقی پسندیت قرار دینا قرار دیتے ہیں۔ پیر کرم شاہ اختصار سے بحث کرتے ہیں لیکن مودودی صاحب قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

10. ﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ[55]﴾

"آج ہم مہر لگا دیں گے کفار کے مونہوں پر اور بات کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں ان (بدکاریوں پر) جو وہ کمایا کرتے تھے۔"

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں مونہوں پر مہر لگانے سے مراد یہ لیتے ہیں کہ ان (مجرموں) کا اختیار کلام سلب کر لیا جائے گا۔ لکھتے ہیں۔

"منہ بند کر دینے سے مراد ان کا اختیار کلام سلب کر لینا ہے، یعنی اس کے بعد وہ اپنی زبان سے اپنی مرضی کے مطابق بات نہ کر سکیں گے۔"

---

[53] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 143:4۔

[54] ابو الاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن)، 222:4۔

[55] یس 65:36

اور زبانوں کی شہادت سے ان کا اپنے اصحاب کا شکوہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

زبانوں کی شہادت سے مراد یہ ہے کہ ان کی زبانیں خود یہ داستان سنانا شروع کر دیں گی کہ ہم سے ان ظالموں نے کیا کام کیا تھا؟ کیسے کیسے کفر بکے تھے اور کیا کیا جھوٹ بولے تھے؟ کیا کیا فتنے برپا کیے تھے اور کس کس موقع پر انہوں نے ہمارے ذریعہ سے کیا باتیں کی تھیں؟"[56]

پیر کرم شاہ اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں مجرموں کے منہ سی دیے جانے کی وجہ ان کا اقبال جرم سے مکر جانا اور اپنے کیے کاہٹ دھرمی سے انکار کرنا قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"مجرمین جب عدالت خداوندی میں پیش ہوں گے، ان پر فرد جرم عائد کیا جائے گا، تو وہ اقبال جرم سے مکر جائیں گے۔ کراماکاتبین گواہی دیں گے۔ ان کے صحائف عمل پیش کیے جائیں گے لیکن وہ نہ مانوں کی رٹ لگانے سے باز نہ آئیں گے۔ ان کی بک بک جب حد سے تجاوز کر جائے گی اس وقت ان کے منہ سی دیے جائیں گے۔ ان کی زبانوں سے قوت گویائی سلب کر لی جائے گی[57]۔"

تقابلی مطالعہ:

مولانا مودودی اور پیر کرم شاہ دونوں مفسرین نے اس آیت میں مجرمین کی سزا کو معنوی سزا پر محمول کیا ہے۔ مولانا مودودی نے اسے اختیار کلام سلب کرنے سے تعبیر کیا ہے جبکہ پیر کرم شاہ نے اسے قوت گویائی سلب لینے سے تعبیر کیا ہے۔ دونوں کی تعبیرات میں محض لفظی فرق ہے۔

11. ﴿سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ﴾[58]

"ہم بہت جلد اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے۔"

یہ آیت ایک خاص کافر ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی[59]۔ النسم سے مراد کسی کی تذلیل اور اہانت کے لیے سب سے معزز جگہ پر داغ لگانا[60]۔

---

[56] ابوالاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 268:4۔

[57] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 186:4۔

[58] القلم 16:68

[59] جلال الدين محمد بن أحمد المحلي وجلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، تفسير الجلالين، (القاهرة، دار الحديث)، 758:1-

[60] أبو السعود العمادي محمد بن محمد، تفسير أبي السعود، (بيروت دار إحياء التراث العربي) ، 14:9-

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اور ناک پر داغ لگانے سے مراد تذلیل ہے۔ یعنی ہم دنیا اور آخرت میں اس کو ایسا ذلیل وخوار کریں گے کہ ابد تک یہ عار اس کا پیچھا نہ چھوڑے گا[61]۔"

پیر کرم شاہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"یہ دیکھنے والا اس داغدار ناک والے کو دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ مجسم شر، مجسم شقاوت یہ صاحب ہیں۔ جنگ بدر میں اس کی تھوتھنی پر تلوار کا ایک نشان لگا جو آخر دم تک رہا[62]۔"

تقابلی مطالعہ:

مولانا مودودی نے آیت میں وارد لفظ النسم (ناک پر داغ لگانے) سے مراد معنوی سزا یعنی تذلیل کرنا مراد لیا ہے۔ پیر صاحب نے اس معنی کی صراحت نہیں کی لیکن ان کے اسلوب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد بھی یہی ہے۔

12. ﴿الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾[63]

"جو لوگ خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں۔ اور جو (اللہ کے حکم سے) روگردانی کرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز، ہر تعریف کا مستحق ہے۔"

اللہ تعالی کا اپنے بندوں سے بے پرواہو جانا بھی ایک طرح کی معنوی سزا ہے۔ جس سے اللہ تعالی نظر رحمت اٹھالے تو اس کے لیے اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہے؟ درج بالا آیت میں یہی سزا بیان ہوئی ہے۔ پیر کرم شاہ اس کا سبب ان کے بخل کو قرار دیتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے میں بخل سے کام لیا تو نتیجتا ان کو یہ سزا سنائی گئی کہ تم اگر محبوب کی مدد میں بخل سے کام لوگے تو اللہ تعالی کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ چنانچہ پیر صاحب لکھتے ہیں۔

"بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں کھوٹ تھا۔ وہ اسلام کے لیے اپنا مال خرچ کرنا گھاٹے کا سودا خیال کرتے تھے۔ صرف خود ہی بخل سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی کہتے تھے کہ تم کیوں ایک ایسے مقصد کے لیے گاڑھے پسینہ کا کمایا ہوا مال پانی کی طرح خرچ کرتے ہو جس کا مستقبل خطرات سے لبریز ہے۔"[64]

---

[61] ابو الاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 62:6۔

[62] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 325:5۔

[63] الحدید 24:57۔

[64] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 124:5۔

وہ لوگ نہ صرف خود بخل سے کام لیتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی بخل کا سبق دیتے تھے۔ پیر صاحب ان کی حالت یوں بیان فرماتے ہیں۔

"تمہیں اپنے بال بچے کا بھی خیال کرنا چاہیے۔ تمہاری اپنی بھی بیسیوں ضرورتیں ہیں۔ آخر یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ جب بھی تمہیں مال خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تو اپنے گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہو۔"[65]

پیر صاحب کے نزدیک ان کا یہ عمل اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب بنا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو خود بھی بخیل ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا سبق دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی قطعاً پروا نہیں۔ یہ اپنی دولت اپنے پاس رکھیں۔ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے۔"[66]

مولانا مودودی صاحب کے نزدیک آیت بالا میں اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب ان لوگوں کی کج روی، بدکرداری اور فرمانبرداری اور ایثار و قربانی کے جذبہ کا فقدان ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"یعنی یہ کلمات نصیحت سننے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے دین کے لیے خلوص، فرمانبرداری اور ایثار و قربانی کا طریقہ اختیار نہیں کرتا اور اپنی اسی کجروی پر اڑا رہنا چاہتا ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے، تو اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں۔ وہ غنی ہے، اس کی کوئی حاجت ان لوگوں سے اٹکی ہوئی نہیں ہے۔"[67]

تقابلی مطالعہ:

درج بالا آیت کی تفسیر کے ضمن میں دونوں مفسرین نے اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب بخل، نافرمانی اور کج روی کو قرار دیا ہے۔ پیر صاحب ادبی پیرائے میں ان کے اس رویہ کو بیان فرماتے ہیں جبکہ مولانا مودودی صاحب عام فہم انداز میں ان کی حالت بیان کرتے ہیں۔

13. ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾[68]

---

[65] ایضاً۔

[66] ایضاً۔

[67] ابو الاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 5:321۔

[68] الصف 61:5۔

"اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں۔ پس جب انھوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

قرآن میں وارد معنوی سزاؤں میں سے ایک سزا دلوں میں ٹیڑھا پن ہونا ہے۔ بنی اسرائیل نے جب اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعوت الی اللہ کے جواب میں کج روی کا مظاہرہ کیا تو اللہ نے یہ سزا سنائی۔

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی اس گمراہی کا آغاز اللہ کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ ان کی نافرمانی کے نتیجے میں گمراہی کے اسباب آسان ہوگئے اور وہ گمراہی کی وادی میں داخل ہوتے گئے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جو لوگ خود ٹیڑھی راہ چلنا چاہیں انہیں وہ خواہ مخواہ سیدھی راہ چلائے، اور جو لوگ اس کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہوں ان کو زبردستی ہدایت سے سرفراز فرمائے۔ اس سے یہ بات خود بخود واضح ہوگئی کہ کسی شخص یا قوم کی گمراہی کا آغاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ خود اس شخص یا قوم کی طرف سے ہوتا ہے، البتہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو گمراہی پسند کرے وہ اس کے لیے راست روی کے نہیں بلکہ گمراہی کے اسباب ہی فراہم کرتا ہے تاکہ جن جن راہوں میں وہ بھٹکنا چاہے بھٹکتا چلا جائے"[69]

اللہ نے ہر انسان کو آزادی دی ہے۔ خیر اور شر کے راستے اسے دکھا دیے اب انسان پر منحصر ہے کہ وہ کونسا راستہ اختیار کرتا ہے۔ بندہ جس راستے پر چل پڑتا ہے، اس کے لیے وہی آسان کر دیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں اللہ تعالی جبر نہیں فرماتا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی اطاعت اور ہدایت کی راہ منتخب کرے تو اللہ اسے جبراً گمراہی و نافرمانی کی طرف نہیں دھکیلتا، اور اگر کسی کا فیصلہ یہ ہو کہ اسے نافرمانی ہی کرنی ہے اور راہ راست اختیار نہیں کرنی تو اللہ کا یہ طریقہ بھی نہیں ہے کہ اسے مجبور کر کے طاعت وہدایت کی راہ پر لائے۔"[70]

پیر کرم شاہ بھی یہی بات اپنے مخصوص انداز میں لکھتے ہیں۔ وہ بھی بنی اسرائیل کے دلوں میں ٹیڑھا پن آنے کی وجہ حق کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کرنے کو قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

---

[69] ابو الاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 5:458-457 ۔

[70] ایضاً، 459۔

"اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم کی جو صلاحیتیں انھیں بخشی تھیں جب انھوں نے ان سے فائدہ نہ اٹھایا اور دانستہ راہ حق کو چھوڑ کر گمراہی کے راستہ پر چلتے رہے، وہ روشن معجزات جو حضرت کلیم نے انھیں دکھائے تھے وہ بھی ان کی اصلاح کے لیے موثر ثابت نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔"[71]

آپ کے نزدیک بھی انسان کو خیر وشر کی راہ دکھائی جاتی ہے۔ جسے وہ اختیار کرلیتا ہے وہی راہ آسان کر دی جاتی ہے۔

"اس کے بعد ہر شخص آزاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ان دو میں سے ایک کا انتخاب کرلے۔ جو ہدایت قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اپنی توفیقات سے سرفراز کرتا ہے۔ وہ راہ کی دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے فلاح و کامرانی کی منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور جو ضلالت سے چمٹے رہنا پسند کرتا ہے اس کی منت نہیں کی جاتی کہ جناب والا ایسا نہ کرو۔ انھیں اسی حال میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔"[72]

تقابلی مطالعہ:

پیر کرم شاہ بنی اسرائیل کے دلوں میں ٹیڑھا پن آنے کی وجہ حق کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کرنے کو قرار دیتے ہیں۔ جبکہ مولانا مودودی صاحب کے نزدیک بنی اسرائیل کی اس گمراہی کا آغاز اللہ کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ ان کی نافرمانی کے نتیجے میں گمراہی کے اسباب آسان ہوگئے اور وہ گمراہی کی وادی میں داخل ہوتے گئے

14. ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾[73]

"بیشک جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب سے (وہ) اور مشرکین آتش جہنم میں ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔"

قرآن میں وارد معنوی سزاؤں میں سے ایک سزا بدترین جانور کہہ کر پکارنا ہے۔ واضح دلائل اور روشن آیات کے باوجود رسالت پر ایمان نہ لانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے منکرین کو بدترین جانور سے تعبیر فرمایا ہے۔

پیر کرم شاہ اس کے متعلق آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"آفتاب ہدایت ضوفشاں ہے، صحیفہ رشد وہدایت، ان کے سامنے ایسا نظام حیات پیش کر رہا ہے جو ان کی جسمانی اور روحانی نشو و نما اور ان کی دنیوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہے۔ جو لوگ اب بھی اس کا انکار کرتے ہیں، جو اب بھی لپک کر نبی

---

[71] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 5:211۔

[72] ایضاً۔

[73] البینۃ 98:6۔

کریم کا دامن مضبوطی سے پکڑ نہیں لیتے وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ وہ اسی لائق ہیں کہ انھیں دوزخ کا ایندھن بنادیا جائے۔ وہ ہمیشہ اس میں جلتے رہیں، یہ لوگ کسی رعایت اور نرمی کے مستحق نہیں۔"[74]

یہی بات عام فہم انداز میں مولانا مودودی نے لکھی ہے۔

"یعنی خدا کی مخلوقات میں ان سے بدتر کوئی مخلوق نہیں ہے حتی کہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں، کیونکہ جانور عقل اور اختیار نہیں رکھتے، اور یہ عقل اور اختیار رکھتے ہوئے حق سے منہ موڑتے ہیں۔"[75]

تقابلی مطالعہ:

دونوں مفسرین نے اس آیت میں بیان کردہ معنوی سزا کی وجہ واضح دلائل کے باوجود رسالت کا انکار کرنا بیان کی ہے۔ فرق صرف اسلوب بیان کا ہے۔ پیر صاحب ادبی انداز میں لکھتے ہیں جبکہ مولانا مودودی صاحب اسے عام قاری کو مد نظر رکھ کر عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔

15. ﴿فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾[76]

"پس آپ کفار کو (تھوڑی سی) مہلت اور دے دیں کچھ وقت انھیں کچھ نہ کہیں۔"

پیر کرم شاہ لکھتے ہیں۔

"کس طرح اپنے محبوب کی دلنوازی کی جارہی ہے کہ آپ ابھی ان نابکاروں کو کچھ مہلت اور دیں، مختصر عرصہ کے لیے انھیں اپنے سارے ارمان پورے کرنے دیں۔ ان کی تکلیف رسانیوں پر صبر کریں۔ میں خود ان سے نپٹ لوں گا، میں خود ان کو ان کے کرتوتوں کا مزا چکھادوں گا۔"[77]

مودودی لکھتے ہیں۔

"یعنی انہیں ذرا مہلت دو کہ جو کچھ یہ کرنا چاہیں کر دیکھیں۔ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ نتیجہ ان کے سامنے خود آ جائے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری تدبیر کے مقابلہ میں ان کی چالیں کتنی کارگر ہوئیں۔"[78]

---

[74] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 628:5۔

[75] ابوالاعلیٰ سید مودودی، تفہیم القرآن، 416:6۔

[76] الطارق 17:86۔

[77] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 538:5۔

[78] ابوالاعلیٰ سید مودودی، تفہیم القرآن، 306:6۔

تقابلی مطالعہ:

دونوں مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کفار کو معنوی سزا سنائی گئی ہے کہ تمہیں مہلت دی جارہی ہے عنقریب تم سے نپٹا جائے اور تمہیں قرار واقعی سزا ملے گئی۔ پیر صاحب کے نزدیک یہاں پر اللہ تعالی کے غضب کی وجہ کفار کی طرف سے مسلسل تکلیف رسانی ہے جبکہ مولانا مودودی صاحب کے نزدیک اس کی وجہ انکی اہل ایمان کے خلاف چالیں ہیں۔

16. ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾[79]

"نہیں نہیں در حقیقت زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے۔"

قرآن میں بیان کردہ معنوی سزاؤں میں سے ایک یہ سزا بھی ہے کہ انسان اس لاریب کتاب کے بارے میں شکی الذہن ہو جاتا ہے۔ اور اسے کبھی افسانے سے تعبیر کرتا ہے تو کبھی اس میں وارد حقائق کا انکار کرنے لگ جاتا ہے۔

پیر کرم شاہ اس آیت میں ان لوگوں کے اس تبصرے کی وجہ لکھتے ہیں۔

"ان آیات میں بتایا جارہا ہے کہ ان سرکشوں کا آئینہ دل تاریک ہو گیا ہے، ان کی فطرت سلیمہ ہو چکی ہے اسی لیے یہ اللہ تعالی کی آیتوں کو جھوٹی کہانیاں اور بے سروپا افسانے خیال کرتے ہیں اور بڑی بے حیائی سے وقوع قیامت کا انکار کر رہے ہیں اور اس انکار کی وجہ سے یہ گناہوں کی دلدل میں پھنستے چلے جارہے ہیں۔"[80]

مولانا مودودی اس کی وجہ یوں لکھتے ہیں۔

"یعنی جزاو سزا کو افسانہ قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، لیکن جس وجہ سے یہ لوگ اسے افسانہ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جن گناہوں کا یہ ارتکاب کرتے رہے ہیں ان کا زنگ ان کے دلوں پر پوری طرح چڑھ گیا ہے اس لیے جو بات سراسر معقول ہے وہ ان کو افسانہ نظر آتی ہے۔"[81]

تقابلی مطالعہ:

الرین سے مراد زنگ لگنا ہے۔ اس آیت میں دلوں پر زنگ لگنے کی معنوی سزا بیان کی گئی ہے۔ پیر کرم شاہ اور مولانا مودودی صاحب دونوں کے نزدیک اس کی وجہ ان کا قرآن کریم کے قصص کو جھوٹی کہانیاں اور افسانے کہنا ہے۔ اسی گناہ کے سبب ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں۔

---

[79] المطففین 83:14۔

[80] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 5:517۔

[81] ابو الاعلی سید مودودی، تفہیم القرآن، 6:282-281

17. ﴿قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ﴾[82]

"غارت ہو (منکر) انسان! وہ کتنا احسان فراموش ہے۔"

پیر صاحب کے نزدیک اس آیت میں عتاب کا مخاطب کافر انسان ہے۔ چنانچہ اس بارے مجاہد کا قول ذکر کرتے ہیں۔

"مجاہد کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی قتل الانسان کے الفاظ آئے ہیں وہاں انسان سے مرد کافر ہے، یعنی یہ انسان جو ہر لمحہ ہمارے احسانات سے بہرہ ور ہو رہا ہے لیکن ان کا شکریہ ادا نہیں کرتا بلکہ کفران نعمت کی روش اختیار کر کے نافرمانی اور بغاوت پر آمادہ ہے، بندی کے بجائے کفر و شرک کا پرچم بلند کیے ہوئے، غارت ہو جائے ایسا انسان! اس کا وجود انسانیت کے لیے باعث ننگ وعار ہے، اس کا مٹ جانا اس کے باقی رہنے سے کہیں بہتر ہے۔"[83]

ان کے نزدیک اس آیت میں کفار پر عتاب کے اظہار سبب درویش اور فقیر مزاج صحابہ کرام کے ساتھ حقارت آمیز رویہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو بارگاہ نبوت کے درویشوں اور فقیروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھنا بھی اپنی ہتک خیال کرتے تھے۔"[84]

مولانا مودودی نے بھی یہاں عتاب کا مخاطب کفار کو قرار دیا ہے۔

"یہاں سے عتاب کا رخ براہ راست ان کفار کی طرف پھرتا ہے جو حق سے بے نیازی برت رہے تھے۔"[85]

یہاں پر انسان سے مراد نوع انسان نہیں بلکہ صفات مذمومہ کے حامل لوگ مراد ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"قرآن مجید میں ایسے تمام مقامات پر انسان سے مراد نوع انسانی کا ہر فرد نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی ناپسندیدہ صفات کی مذمت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ "انسان" کا لفظ کہیں تو اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ نوع انسانی کے اکثر افراد میں وہ مذموم صفات پائی جاتی ہیں، اور کہیں اس کے استعمال کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مخصوص لوگوں کو تعین کے ساتھ اگر ملامت کی جائے تو ان میں ضد پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے نصیحت کا یہ طریقہ زیادہ موثر ہوتا ہے کہ عمومی انداز میں بات کہی جائے۔"[86]

---

[82] عبس 17:80۔

[83] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 494:5۔

[84] ایضاً۔

[85] ابو الاعلیٰ سید مودودی، تفہیم القرآن، 256:6۔

[86] ایضاً۔

آپ کے نزدیک یہاں کفر سے مراد عام ہے۔ خواہ حق کا انکار ہو، محسن کا انکار ہو یا خالق ومالک کا انکار ہو۔ لکھتے ہیں۔

"کفر سے مراد اس جگہ حق کا انکار بھی ہے، اپنے محسن کے احسانات کی ناشکری بھی، اور اپنے خالق ورازق اور مالک کے مقابلہ میں باغیانہ روش بھی۔"[87]

تقابلی مطالعہ:

اس آیت میں اللہ تعالی نے انسان کا کلمہ استعمال فرما کر عتاب فرمایا ہے۔ پیر صاحب کے نزدیک یہاں کلمہ انسان اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ عام خص منہ البعض ہے یعنی کافر انسان مراد ہے۔ اور ان کے نزدیک عتاب کا سبب کفار کا بعض درویش منش اور فقیر مزاج صحابہ کرام کے ساتھ حقارت آمیز رویہ ہے۔ مولانا مودودی صاحب کے نزدیک یہاں انسان سے مراد صفات مذمومہ کا حامل انسان مراد ہے۔ انہوں نے اس عتاب کا سبب کفر بیان کیا ہے۔ اور ان کے نزدیک کفر سے مراد کفر حق حقیقی یعنی انکار حق بھی ہو سکتا ہے، کفران نعمت یعنی محسن کا انکار بھی ہو سکتا ہے یا انکار منعم یعنی انکار رازق بھی ہو سکتا ہے۔

18. ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾[88]

"(ان کا) یہ (طریق کار) اس لیے ہے کہ وہ (پہلے) ایمان لائے پھر وہ کافر بن گئے۔ پس مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر تو (اب) وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔"

پیر کرم شاہ کے نزدیک اس آیت میں وارد معنوی سزا یعنی دل پر مہر لگنے کی وجہ ان کی منافقت ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اس منافقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان سے حق پذیری کی استعداد چھین لی اور ان کے دل کی وہ آنکھ ہی اندھی کر دی جو نور حق کو دیکھ سکتی ہے اور دیکھ کر پہچان سکتی ہے۔"[89]

ان کے نزدیک کفران نعمت، نعمت چھن جانے کا سبب ہے۔ جس کا اظہار دلوں پر مہر لگنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور یہ دلوں پر مہر کا لگنا زیادتی کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ یہ نتیجہ ہے ان کے حق سے روگردانی کا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

---

[87] ایضاً

[88] المنافقون 3:63۔

[89] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، 251:5۔

"آیت کا مقصد یہ نہیں کہ ان کے دلوں پر پہلے ہی مہر لگا دی گئی تھی اس لیے وہ حق کو قبول نہ کر سکے اور کفر سے چمٹے رہے، بلکہ مدعا یہ ہے کہ انھیں حق قبول کرنے کی صلاحیت بخشی گئی تھی، لیکن جب وہ جان بوجھ کر حق سے روگردانی کرتے رہے تو انھیں اس صلاحیت سے محروم کر دیا گیا۔"[90]

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"یہ آیت من جملہ ان آیات کے ہے جن میں اللہ کی طرف سے کسی کے دل پر مہر لگانے کا مطلب بالکل واضح طریقہ سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان منافقین کی یہ حالت اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تھی اس لیے ایمان ان کے اندر اتر ہی نہ سکا اور وہ مجبوراً منافق بن کر رہ گئے۔ بلکہ اس نے ان کے دلوں پر یہ مہر اس وقت لگائی جب انہوں نے اظہار ایمان کرنے کے باوجود کفر پر قائم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ تب ان سے مخلصانہ ایمان اور اس سے پیدا ہونے والے اخلاقی رویہ کی توفیق سلب کر لی گئی اور اس منافقت اور منافقانہ اخلاق ہی کی توفیق انہیں دے دی گئی جسے انہوں نے خود اپنے لیے پسند کیا تھا۔"[91]

تقابلی مطالعہ:

دونوں مفسرین نے اس آیت میں وارد معنوی سزا کے مصداق منافقین قرار دیے ہیں جو مسلسل انکار حق کی وجہ سے اس سزا کے مستحق ٹھہرے کہ ان سے معرفت حق کی توفیق ہی سلب کر لی گئی۔ دونوں مفسرین نے ممکنہ سوال کا جواب بھی دیا ہے کہ آیا ان کے دلوں پر مہر لگ جانے کی وجہ سے وہ حق سے دور رہے یا حق سے دور رہنے کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی؟ پیر کرم شاہ کے نزدیک انہیں حق قبول کرنے کی صلاحیت بخشی گئی تھی لیکن وہ جان بوجھ کر حق سے روگردانی کرتے رہے۔ جبکہ مولانا مودودی کے نزدیک ایمان کا اظہار کرنے کے باوجود وہ کفر پر ڈٹے رہے جس کی وجہ سے ان سے مخلصانہ ایمان کی توفیق سلب کر لی گئی۔

خلاصہ:

1. معنوی سزائیں، غیر حسی سزائیں ہیں اور اپنے مفعول پر کوئی مادی اثر نہیں چھوڑتیں۔
2. معنوی سزاؤں کا بڑا مقصد مجرم کو شعور دلانا اور اس کے ضمیر کو بیدار کرنا ہے تاکہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

---

[90] ایضاً۔

[91] ابو الاعلیٰ سید مودودی، تفہیم القرآن، 518:5۔

3. قرآن میں وارد معنوی سزاؤں میں سے چند ایک اہم درج ذیل ہیں۔ دلوں پر مہر لگنا، دلوں میں ٹیڑھا پن پیدا ہونا، بندر کی سی شکل بنا دینا، پیٹوں میں آگ بھرنا، جانور قرار دینا، اللہ تعالی کا بندے سے بے پرواہو جانا، گناہ کے مرتکب کو مہلت دیے جانا، دلوں پر زنگ چڑھنا وغیرہ ہیں۔
4. پیر کرم شاہ اپنی پوری تفسیر کی طرح معنوی سزاؤں کے متعلق آیات کی تفسیر بھی ادبی انداز میں کرتے ہیں۔ معنوی سزاؤں پر مشتمل الفاظ کی توضیح کرتے ہیں اور ان سزاؤں کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں۔
5. مولانا مودودی صاحب اپنی پوری تفسیر کی طرح معنوی سزاؤں کے متعلق آیات کی تفسیر بھی عام فہم انداز میں کرتے ہیں۔ معنوی سزاؤں سے حاصل ہونے والے سبق کو عصر حاضر کے تناظر میں بیان کرتے ہیں اور ان سزاؤں کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں۔

دونوں مفسرین کا معنوی سزاؤں کے متعلق آیات کے ضمن میں آراء میں مفہوم کے لحاظ سے کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ہاں کہیں کہیں لفظی لحاظ سے فرق نمایاں ہے۔